از ارشادات حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم دیوبند

ضبط کردہ. مولانا محمود احمد، مدرس جامعہ رشیدیہ ساہیوال
خاص برائے الحق

جوہر انسانیت

علم۔ عمل اور اخلاص

(خطبہ مسنونہ کے بعد) اما بعد۔ فقد قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الناس کلهم هالکون الا العالمون والعالمون کلهم هالکون الا العاملون والعاملون کلهم هالکون الا المخلصون والمخلصون علیٰ خطرٍ عظیم۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میرے محترم بھائیو اور بہنو، یہ ایک حدیث ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ جو اس وقت میں نے آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چند بنیادی باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ انسان کی نجات دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی انہی باتوں میں منحصر ہے۔ انہی چند اصولوں کی اس وقت مجھے تشریح کرنی ہے اور کوشش کروں گا کہ مختصر وقت میں اس کی کوئی ضروری شرح آپ حضرات کے سامنے عرض کر سکوں۔ پہلے اتنا اصول سمجھ لیجئے کہ آدمی کی نجات اور آدمی کا نفع اندرونی جوہر سے ہے باہر کے جوہر سے نہیں۔ آدمی کی نجات اور آدمی کا نفع جب ہے کہ جب کوئی خوبی اور بھلائی اس کے نفس میں آجائے نفس کے اندر پیوست ہو جائے باہر کتنی وہ خوبیاں پھیلی ہوئی ہوں لیکن اندر نہ ہوں وہ ان خوبیوں کو اس کے لئے نفع کی صورت نہیں پیدا ہوتی۔ ایک باغ ہے تو اس میں قسم قسم کے پھول مہک رہے ہیں۔ اور فضا بھری ہوئی ہے خوشبوؤں سے لیکن آدمی ناک بند کر کے بیٹھ جائے کوئی خوشبو اندر نہ جانے دے اس کو کوئی نفع نہیں پہنچے گا۔ دنیا میں خوشبوئیں بھری ہوئی ہیں بھری رہیں اسے نفع جب پہنچے گا جب خوشبو اندر پہنچے اور دماغ اس سے مستفید ہو۔

اگر دنیا کے اندر ہزاروں خوبصورت خوش رو جوان پھر رہے ہوں۔ بہتر سے بہتر حسن و جمال کا نقشہ سامنے ہو مگر ایک آدمی آنکھ بند کئے بیٹھا ہے اسے کچھ پتہ نہیں کہ کون خوب صورت ہے اور کون بد صورت۔ تو اس کا

دل نہ عشق سے آشنا ہو گا نہ محبت سے آشنا ہو گا۔ نہ اسے کوئی نفع پہنچ سکے گا۔ دنیا کی فضا میں ہزاروں نغمے گونج رہے ہوں بہتر سے بہتر آوازیں پھیلی ہوئی ہوں لیکن اس کے کان میں سننے کی قوت نہیں ہے یا اس نے کانوں میں روئی ٹھونس لی ہے۔ کوئی نغمہ اس کے کان میں نہیں پہنچتا اسے کوئی نفع نہیں ہو گا اس سے۔ کتابوں میں ہزاروں مسائل لکھے ہوتے ہوں۔ علم پھیلا ہوا ہو لیکن اس کے دل کا دروازہ بند ہو اور اندر علم نہ پہنچے کوئی فائدہ نہیں ہو گا اس سے۔ دنیا میں ایمان بھرا ہوا ہو لاکھوں مومن موجود ہوں۔ لاکھوں اولیاء موجود ہوں اور زمانہ اگر نبوت کا ہو تو نبی بھی موجود ہوں مگر وہ اپنے دل کے دروازے بند کر دے نہ ایمان کو اندر داخل ہونے دے نہ علم و معرفت کو۔ اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا نبیوں کے وجود سے، اولیاء کے وجود سے، علماء کے وجود سے۔ تو اتنی بات آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ آدمی کی نجات اور آدمی کا نفع اندرونی جوہر سے ہے۔ باہر کے جوہر سے نہیں باہر کی چیز کو جب تک اندر نہ داخل کرے اسے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔ نہ اس کے لئے کوئی عزت کا سامان ہو سکتا ہے۔

آپ نے نام سنا ہو گا ارسطو کا۔ ارسطو تو خیر تھا اس سے پہلے سقراط تھا ایک بڑا حکیم گذرا ہے یہ سقراط یونان کا، اور کہتے ہیں کہ طب کا گویا موجد ہے فن طب کو اس نے مرتب کیا ہے بغرض بہت بڑا حکیم ہے۔ بہت بڑا طبیب ہے، فلسفی ہے عالم ہے۔ کیفیت اس کی یہ تھی کہ رات اور دن جنگلوں میں۔ پہاڑوں میں باغات میں مارا مارا پھرتا تھا جڑی بوٹیوں کا امتحان کرنے کے لئے۔ گل بنفشہ کی کیا خاصیت ہے۔ ملٹھی کی کیا خصوصیت ہے۔ فلاں بوٹی کیا نفع پہنچائے گی۔ کسی چیز کو کھا کر دیکھ رہا ہے کسی کو سونگھ کر دیکھ رہا ہے غرض محقق تھا دن بھر اسی میں گذارتا تھا تو بڑا بھاری فلسفی تھا اور محقق تھا یہ ایک دفعہ دن بھر کا تھکا ماندہ شہر میں آیا۔ شہر میں آکر کسی دکان میں بیٹھا تو اس کی آنکھ لگ گئی۔ بیٹھے بیٹھے سو گیا۔ بادشاہ وقت کی سواری نکل رہی تھی جلوس آرہا تھا۔ بادشاہ سوار تھا ہاتھی پہ، سامنے سے فوجیں سپاہی نقیب اور چوبدار گذر رہے تھے۔ ہٹو اور بچو کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ مگر یہ اتنا سویا بیچارا خدا جانے کے دن کا جاگا ہوا ہو گا۔ اس کی آنکھ نہ کھلی یہاں تک کہ بادشاہ کی سواری قریب آئی تو بادشاہ کو بڑا غصہ آیا یہ بڑا بدتہذیب آدمی ہے کہ میں اس ملک کا بادشاہ ہوں میری سواری آرہی ہے اور یہ پیر پھیلائے ہوئے لیٹا ہوا ہے اور سو رہا ہے کوئی ادب اس کے اندر نہیں۔ بادشاہ نے غصہ میں آکے اپنے گھوڑے ہاتھی سے اتر کر ایک ٹھوکر ماری اس کے اوپر کہا کہ او بے ادب جانتا نہیں ہے کہ میں کون ہوں۔

یہ بیچارا آنکھیں مل کر اٹھ بیٹھا اور آنکھیں ملنے لگا جیسے سوتا ہوا آدمی جاگنے کے وقت آنکھیں ملا کرتا ہے بادشاہ نے پھر ڈانٹ کے کہا کہ ارے نامعقول تو جانتا نہیں میں کون ہوں۔ اس نے بڑے اطمینان سے آنکھیں

ملتے ہوئے کہا کہ جی ہاں یہی تو میں جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کون ہیں اسی لیئے آنکھیں مل رہا ہوں اور اب تک میں اتنا جان چکا ہوں کہ آپ شاید جنگل کے کوئی درندے معلوم ہوتے ہیں۔ اس واسطے کہ درندوں کی عادت ہے کہ زمین میں پیر مارتے ہوئے چلا کرتے ہیں ٹھوکریں مارتے ہوئے چونکہ آپ نے ٹھوکر ماری ہے اور میں سمجھا کہ کوئی بھیڑیا آگیا کوئی شیر آگیا ہوگا۔ کوئی جنگل کا درندہ ہے۔

بادشاہ کو اور زیادہ غصہ آیا کہ اب تک تو یہ ٹانگ پھیلائے ہوئے لیٹا تھا اور اب اس کی زبان بھی پھیل گئی میرے سامنے۔ اور ایسی بدتہذیبی کے کلمات۔ بادشاہ نے ڈانٹ کر کہا کہ ارے احمق، جاہل تو نہیں جانتا کہ میں بادشاہِ وقت ہوں۔ اتنے خزانے میرے قبضے میں ہیں تاج شاہی میرے سر پہ ہے۔ قبا شاہی میرے کندھوں پہ ہے اتنی فوجیں کھڑی ہیں اتنے ملک میرے ماتحت میں ہیں اور تو میرے ساتھ یہ گستاخی کر رہا ہے

اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ کہ آپ نے اپنی بڑائی بیان کرنے کے لیئے تاج کو پیش کیا۔ قبا کو پیش کیا۔ قلعوں کو پیش کیا۔ پیسوں کو پیش کیا۔ ملکوں کو پیش کیا۔ ان میں سے ایک چیز بھی تو آپ کے اندر کی نہیں ہے۔ یہ تو سب باہر باہر کی چیزیں ہیں۔ یہ تیرا کیا کمال ہوا اس میں۔ اگر چاروں طرف سونا پھیلا ہوا ہے اور تیرے دل میں جہالت کی گندگی پھیلی ہوئی ہے۔ تو تیرا کیا کمال نکلا اس میں۔ تو نے بہترین لباس پہن رکھا ہے اور دل بھرا ہوا ہے جہالت سے اور بداخلاقی سے تو لباس سے تجھے کیا فائدہ پہنچا۔ یہ تو باہر کی ٹیپ ٹاپ ہے۔ تو تو نے جتنی چیزیں پیش کیں قلعہ یا فوج۔ ان سے تو نے اپنا فخر پیش کیا اپنی عزت، یہ سب چیزیں تیرے باہر باہر کی ہیں۔ کوئی اندر کی بات بتلا کہ تیرے اندر کمال کیا ہے جس کی بنا پر تو دعویٰ کرتا ہے اگر تیری عزت پیسے سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پیسہ چھین کر لے جائے بس تو بے عزت ہو گیا ختم ہو گئی عزت۔ تیری عزت اگر تاج سے ہے کسی نے تاج اتار لیا یا تو ہی رات کو سویا تاج کو میز پر رکھ کر تو تو بے عزت ہو گیا۔ اس لئے کہ تاج نہیں رہا سر کے اوپر۔ جس دن لباس اتار دیا بس تو بے عزت ہو گیا کیونکہ عزت تو تیری کھونٹے کے اوپر ٹنگ گئی جا کے۔ اس لئے عزت اگر ان چیزوں پر ہے یہ سب چیزیں تیرے سے باہر باہر کی ہیں تیرے اندر کا جوہر کون سا ہے، کہا کہ اگر تجھے دعویٰ ہے فخر کا شیخی کا عزت کا یہ تاج بھی اتار یہ لباس بھی اتار یہ قلعہ بھی چھوڑ یہ فوج بھی چھوڑ اور ایک لنگی باندھ کر میرے ساتھ دریا میں کود پڑ اور وہاں اپنے کمالات دکھلا کہ تیری ذات میں کون سا جوہر ہے۔ تب میں سمجھوں گا تو باکمال ہے تو تو نے کمال میں پیش کر دیں باہر کی چیزیں اس میں ایک چیز بھی تیرے اندر کی نہیں۔

اب بادشاہ بیچارہ شرمندہ اب کیا جواب دے اس کا چپ ہو گیا بادشاہ۔

میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا سقراط نے یہ بتلایا کہ انسان کا کمال اندر کے جوہر سے حاصل ہوتا

ہے باہر کے جوہر سے اس کا کمال نہیں سونا اگر اچھا ہے اپنی ذات سے اچھا ہے مگر آپ کی اچھائی تو نہ ہے ثابت ہوگی اس سے۔ کپڑا اگر بہت بے نظیر ہے کپڑے کی خوبی ثابت ہوئی لیکن آپ کی خوبی تو اس سے ثابت نہیں ہوئی محل اور بلڈنگ اگر بہت اعلیٰ ہے تو وہ خوب نکلی اچھی نکلی لیکن آپ کی خوبی تو اس سے ثابت نہیں ہوئی خوبی وہ ہے جو انسان کے نفس کے اندر پیوستہ ہو۔ ایسا کمال ہو کہ اگر آپ زمین کے اوپر رہیں تب بھی باکمال اور زمین کے نیچے دفن کر دیا جائے تب بھی باکمال لباس پہن لیں جب بھی باکمال لباس اتار کے پھینک دیں جب بھی باکمال کمال اپنے اندر ہونا چاہیئے۔ باہر نہ ہونا چاہیئے ورنہ یہ تو ایسا ہو جائے گا کہ جیسے فن نحو کا جو امام تھا سیبویہ بہت بڑا عالم گذرا ہے گویا عربی گرامر کا اور صرف و نحو کا بہت اونچے درجے کا امام سمجھا گیا ہے جب یہ تعلیم پاتا تھا جو استاذ تقریریں کرتے تھے یہ نوٹ کرتا رہتا تھا۔ اور اتنی بڑی کاپی اس نے بنائی کئی سیر کے کاغذات کہ جس میں تمام یادداشتیں لکھی ہوئی تھیں۔ تو طالب علمی کے زمانے میں وہ کاپیاں وہ نوٹ بکیں وہ دو تین سیر کے کاغذ اس کے پاس لکھے ہوئے رکھے تھے۔ طالب علم آدمی تھا اتفاق سے روٹی لینے جو گیا تو اس دستر خوان میں جس میں روٹیاں تھیں اسی میں اس نے وہ کاغذ بھی لپیٹ دیئے، رکھے ہوئے وہ کتا جو آیا روٹی لے کے چلا تو وہ سارے کاغذات بھی لے گیا پوٹلی کی پوٹلی اٹھا کے۔ اب یہ چیختا ہوا اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے دوڑ رہا ہے۔ کتا آگے آگے جا رہا ہے لوگوں نے کہا کہ سیبویہ کہاں جا رہا ہے کیوں بھاگ رہا ہے۔ اس نے کہا میرا علم لے کے چلا کتا اس کے پیچھے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا ارے کم بخت وہ علم ہی کیا ہوا جسے کتا لے کے بھاگ جائے۔ اس نے کہا واللہ باللہ میری تو عمر بھر کی کمائی اس میں تھی وہ کتا لے جا رہا ہے ساری ہی۔

تو جیسے سیبویہ نے اپنا علم کتے کو سپرد کر دیا تھا اس کے اندر کوئی چیز نہیں رہی تھی اسی طرح سے اگر اندر کوئی کمال نہ ہو تو اسے کتا بھی لے کے بھاگ جائے گا۔ تو وہ کمال ہی کیا ہوا جسے (کوئی) لوٹ کر لے جائے اور آدمی کورا رہ جائے۔ کمال وہ ہے کہ انسان کے نفس میں ہو ہزار آفتیں آئیں مگر وہ باکمال رہے ہزار مصیبتیں آئیں دشمن جو آئیں مگر وہ باکمال بنا رہے کمال اس کے نفس میں چھپا ہوا ہو۔ اور پیوست ہو وہی ہے اصل کمال۔

آپ نے تو حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنا ہی ہو گا۔ مولانا رومی بہت بڑے عارف کامل ہیں مثنوی لکھی ہے اور مثنوی کو کہتے ہیں کہ ع

ہست قرآں در زبان پہلوی

گویا فارسی زبان میں اللہ نے قرآن لکھوا دیا ان کی زبان سے ان کے قلم سے۔ تو بہت بڑے امام گذرے تصوف کے۔ انہوں نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے:۔ اور اس واقعہ سے عبرت دلانی مقصود ہے ان کو۔ اس کو آدمی اگر غور سے سنے اور تدبر کرے تو اسے بڑی عبرت حاصل ہوگی بڑی نصیحت حاصل ہوگی اس سے، تو مولانا

رومی نے لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ رومیوں میں اور چینیوں میں باہم لڑائی ہوئی۔ رومیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ ہم زیادہ صناع ہیں دستکار ہیں۔ بہترین صنعتیں بناتے ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں حکمت ہے بلکہ نگیں بھی اعلیٰ سے اعلیٰ بناتے ہیں۔ کپڑا بھی بہتر سے بہتر برتن بھی غرض ہر سامان بہتر بناتے ہیں یہ تو رومیوں کا دعویٰ تھا چینیوں نے کہا ہم سب سے زیادہ بڑے صناع ہیں۔ ہم سے زیادہ بڑا دست کار اور ماہر دوسرا نہیں۔ اب دونوں میں لڑائی ہوئی جھڑپ شروع ہوئی۔ اس نے کہا ہم زیادہ ماہر انہوں نے کہا ہم زیادہ ماہر اتنی ہوئی جھڑپ کہ آخر مقدمہ پہنچا بادشاہ وقت کے پاس۔ بادشاہ نے کہا کہ بھائی جھگڑا کیا ہے تم میں۔ رومیوں نے کہا۔ صاحب ہم بڑے ماہر ہیں صناع ہیں دستکار ہیں۔ چینیوں نے کہا ہم زیادہ صناع دستکار ہیں۔

بادشاہ نے کہا کہ دعوے سے کام نہیں چلتا اپنی اپنی صنعت بنا کر دکھلاؤ تو ہم مقابلہ کر کے سمجھیں گے کہ کون زیادہ ماہر ہے تم میں سے تو بادشاہ نے ایک بہت بڑا ہال ایک کمرہ بنوایا بڑا۔ اور بیچ میں پارٹیشن کر کے بیچ میں دیوار کھڑی کر دی۔ اور رومیوں سے کہا کہ آدھے مکان میں تو تم اپنی صنعت دکھلاؤ زرنقاشی کی اور چینیوں سے کہا آدھے مکان میں تم اپنا کام دکھلاؤ۔ اس کے بعد ہم ایک دوسرے کے کام کا مقابلہ کر کے دیکھیں گے جس کا کام اعلیٰ ہوگا اسے ڈگری دیں گے۔ اس کو پاس کریں گے۔ چنانچہ وہ مکان بنا دیا گیا بیچ میں ایک دیوار کا پردہ کھڑا کر دیا گیا ایک طرف رومیوں نے اپنی دستکاری دکھلانی شروع کی۔ ایک طرف چینیوں نے۔ چینیوں نے تو یہ کیا کہ دیوار کے اوپر پلاستر کر کے رنگ برنگ کے پھول اور بوٹے اور بیلیں ایسی بنائیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ بس باغ و بہار ہے ساری دنیا کے چمن اور گلشن اسی دیوار کے اندر آگئے ہیں قسم قسم کے پھول اور پتیاں۔ اور رنگ برنگ، ایک عجیب باغ و بہار بنا دیا۔ یہ تو چینیوں نے صنعت کی۔ رومیوں نے کیا کیا ایک پھول نہیں بنایا ایک بوٹا نہیں بنایا دیوار پر پلاستر کر کے اس کو صیقل کرنا شروع کیا مانجھنا شروع کیا۔ مانجھتے مانجھتے اتنا چمکا دیا کہ دیوار بالکل آئینہ بن گئی۔ یہ کام انہوں نے کیا۔

جب دونوں اپنے کام سے فارغ ہوئے تو اطلاع دی بادشاہ کو کہ ہم نے اپنی اپنی دست کاری بنا دی ہے اور محنت کر کے اپنے کاموں کا نمونہ تیار کیا ہے۔ اب آپ دونوں کو دیکھ کر فیصلہ دیجئے کہ کس کی صنعت زیادہ اعلیٰ ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دیوار بیچ میں سے ہٹا دی جائے وہ جو پردہ اور پارٹیشن قائم کیا تھا۔ دیوار کا ہٹانا تھا کہ چینیوں نے جتنے پھول بوٹے بنائے تھے وہ سب ادھر نظر آنے لگے کیونکہ دیواریں تو صیقل ہو چکی تھیں اب بادشاہ حیران ہے کہ جو پھول پتے ادھر بنے ہوئے ہیں وہ ادھر بھی نظر آرہے ہیں۔ جو رنگ ادھر لگے تھے وہ رنگ ادھر بھی بلکہ ادھر زیادہ یہ دیکھنے میں آیا کہ ادھر کے پھول پتوں میں چمک نہیں تھی۔ اور یہاں چونکہ دیوار چمک رہی تھی اس میں آرہا تھا عکس تو پھول پتوں میں چمک بھی تھی۔ بادشاہ نے کہ رومیوں کی صنعت

بڑھ گئی چینی ہار گئے اس لئے کہ رومیوں نے اپنی صنعت بھی دکھلائی اور ان کی بنی بنائی صنعت کو چینیوں کے فنا کر دیا تو دگنی اور ڈبل صنعت ہوگئی۔ لہٰذا رومی کامیاب ہیں۔ ہم انہیں پاس کرتے ہیں اور چینی فیل ہو گئے ان کی صنعت کوئی بڑی صنعت نہیں نکلی۔

مولانا رومی یہ مثال دے کر کہتے ہیں کہ اے عزیز تو بھی رومیوں کی صنعت اختیار کر، چینیوں کی مت کر تو اپنے دل کو مانجھ کر صیقل کرکے ایسا آئینہ بنالے کہ دنیا کے سارے نقش و نگار تیرے دل کے اندر گھر بیٹھے ہوئے تجھے نظر آئیں ؎

ستم ست اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو و چمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ ای در دل کشا بچمن درآ

بڑے ستم کی بات ہے کہ تو دنیا کی رنگینیوں پر فریفتہ ہوکر کبھی اس باغ میں کبھی اس چمن میں کبھی اس بوٹے پہ کبھی اس پتی پہ پھر رہا ہے تو اگر رومیوں کی طرز اختیار کرے دل کو مانجھ لے تو یہ ساری پھول پتیاں تجھے گھر بیٹھے دل ہی میں نظر آئیں گی۔ اور ساری دنیا تیرے دل میں چمک اٹھے گی۔ دل کو مانجھ کر رومیوں کی صنعت پیدا کرو تو اللہ میاں کے ہاں بھی پاس ہو جائے گا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ یہ دل بڑی عجیب کیمیا بنائی ہے اگر باہر کی چیزیں چھین کر اندر لے آئے آدمی تو اس کا کمال ظاہر ہوتا ہے اور باہر باہر چمن کھلے رہیں اور دل اندر سے خالی رہے۔ اس کے لئے نہ نجات کی صورت ہے نہ نفع کی صورت ہے تو اصل چیز تو یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو مانجھے دل کو صیقل کرے آئینہ بنائے تو اللہ نے انسان کے دل میں دو دروازے رکھے ہیں۔ ایک دروازہ کھلتا ہے تو اسے عرش کی چیزیں نظر آتی ہیں تو ایک دروازہ کھلتا ہے تو فرش کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ دل میں آنکھ ناک کان کے رستہ سے جب دیکھے گا آدمی تو ظاہری چہک و مہک پھول بوٹے سب نظر آئیں گے۔ اور اگر ان آنکھ کان کے دروازے کو بند کرکے دل کے اندر کے دروازے کھولے گا تو عرش کی چیزیں نظر آئیں گی۔ وہاں سے علوم اور کمالات اترنے شروع ہوں گے تو دونوں رستے ہیں قلب کے اندر اگر اوپر کے دروازے بند کردو گے صورتیں شکلیں نظر پڑیں گی نیچے کا دروازہ بند کردو گے حقیقتیں کھلنی شروع ہو جائیں گی۔ دل میں دونوں قسم کی صلاحیتیں موجود ہیں تو اعلیٰ ترین صلاحیت یہ ہے کہ آدمی اوپر کی چیزوں کو جذب کرے اوپر کے کمالات کو علم خداوندی کو معرفت الٰہی کو اخلاق ربانی کو ملائکہ کی صفات کو ان کو جذب کرے گا۔ تو صحیح معنوں میں کامل انسان بنے گا۔ صحیح معنیٰ میں کامل بشر بنے گا۔ تو مولانا رومی کے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اندر کی صفت پیدا کرو باہر کی صفت کے اوپر فریفتہ ہونا مت سیکھو باہر کی چیزیں بھی اگر لو گے وہ بھی جبھی کام دیں گی جب اندر کچھ جوہر موجود ہوگا۔ اور اندر خالی ہے تو باہر کی چیز نفع نہیں دے سکتی۔ اس واسطے اپنے دل کو صاف کرکے اسی طرف آنا پڑے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ایسی ہی بنیادی چیزوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جس سے انسان کا اندرون روشن ہو۔ قلب میں روشنی اور آراستگی پیدا ہو۔ تو آپ نے فرمایا اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ هَالِكُوْنَ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ سارے انسان تباہ و برباد ہونے والے ہیں سب ہلاک ہو جانے والے ہیں۔ اگر بچیں گے تو اہل علم بچ سکتے ہیں یعنی جہالت میں انسان کی نجات نہیں ہے۔ علم میں انسان کی نجات ہے دنیا کا علم ہو یا دین کا علم ہو علم ہی سے رستہ نظر آتا ہے۔ جہالت سے رستہ نظر نہیں پڑتا۔ جہالت فی الحقیقت ایک اندھیری ہے اور علم فی الحقیقت ایک چاندنا ہے۔ تو چاندنے میں رستہ نظر پڑا کرتا ہے۔ اندھیرے میں راہیں نظر نہیں پڑتیں تو جہالت میں نہ دنیا کی بھلائی نظر آ سکتی ہے نہ آخرت کی بھلائی۔ آج دنیا بھی اگر آراستہ ہے سجی ہوئی ہے وہ بھی انسان کے علم کی وجہ سے سج رہی ہے۔ اور اگر آخرت درست ہے وہ بھی انسان کے علم ہی کی وجہ سے درست۔ آج یہ آپ کا شہر جگمگا رہا ہے۔ لاکھوں قمقمے بجلی کے روشن ہیں۔ شہر میں چاندنا ہے کوٹھی اور بنگلے روشن ہیں یہ چاندنا آپ کے علم کا ہے۔ بجلی کا نہیں۔ اگر علم کی اور سائنس کی قوتیں آپ استعمال نہ کرتے تو نہ قمقمہ بنتا نہ بجلی بنتی۔ اور بجلی اور قمقمہ نہ ہوتا تو یہ گھر اور شہر روشن نہ ہوتا۔ علم نے بنایا قمقمہ کو۔ علم نے دریافت کیا بجلی کو علم نے یہ صناعیاں کیں اس کی وجہ سے روشنی ہوئی۔ تو درحقیقت یہ علم کا چاندنا پھیلا ہوا ہے۔ اگر انسانوں میں جہالت ہوتی تو فن سائنس کو نہ جانتے تو یہ چاندنا سامنے نہ آتا تو درحقیقت یہ جو چھت میں آپ کو چمک نظر آ رہی ہے یہ آپ کے علم کی چمک ہے۔ بجلی کی چمک نہیں بجلی تو خود آپ کے علم سے آئی ہے علم نے .....

یہی علمی قوت ہے جو درحقیقت انسان کو اونچا بناتی ہے۔ دنیا کے اوپر غالب کرتی ہے علم کی قوت اگر جہالت ہو تو آدمی مغلوب ہے۔ زمین بے چاری علم نہیں رکھتی تو رات دن جوتوں میں پامال ہے۔ جانور علم نہیں رکھتے تو رات دن آپ کی غلامی میں مبتلا ہیں۔ کسی جانور کے کندھے پہ آپ نے جوا رکھ رکھا ہے اس سے کھیتی باڑی کرا رہے ہیں کسی جانور کی کمر پہ زین کس رکھا ہے اور انسان سوار ہوا ہوا پھر رہا ہے۔ گھوڑا طاقت میں جو کتنی طاقت رکھتا ہے انسان سے لگر دبا ہوا ہے انسان کے آگے اس لئے کہ علم کی قوت نہیں غریب کے پاس۔ اور یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ جانوروں کو اللہ نے علم نہیں دیا عقل نہیں دی۔ اگر کہیں گھوڑے اور بیل میں عقل آ جاتی اور انسان لگتا اس پہ زین کسنے تو گھوڑا کہتا کہ جناب ٹھہر جائیے پہلے دلیل سے ثابت کیجئے کہ آپ کو حق ہے مجھ پہ سوار ہونے کا کیوں میں کیوں نہ سوار ہو جاؤں آپ پر اور کیوں نہ زین کس دوں تو وہ گھنٹے تو مناظرہ ہوتا معلوم نہیں بحث میں کون جیتتا کون ہارتا تو نہ سواری ہوتی نہ کھیتی باڑی ہوتی تو شکر کرو کہ اللہ نے انہیں جاہل بنایا انہیں عقل نہیں دی جانوروں کو۔ اس سے اتنی بات بھی معلوم ہوئی کہ کہیں جہالت بھی نفع دیتی ہے محض علم ہی نفع نہیں دیتا اگر دنیا میں جاہل نہ ہوں تو دنیا میں غلامی کرنے والا کوئی نہ ہو اور جب

کوئی نہ ہو تو آقا کی آقائی کیسے کام دے گی۔ لیڈروں کی لیڈری تبھی چلتی ہے جب پبلک جاہل ہو اور سارے پڑھے لکھے عالم بن جائیں تو لیڈر کام نہیں کر سکتا تو بیچارے لیڈروں کی عزت تبھی بنتی ہے جب پبلک میں جہالت ہو تو جانوروں سے فائدہ تبھی اٹھایا جاتا ہے کہ جب جانوروں کے اندر عقل نہ ہو شعور نہ ہو ان میں شعور ہوتا ہو تو نہ کھینچنی ہوتی نہ سواری ہوتی نہ ہی خادم ہوتا تو بہرحال ان تمام چیزوں پر جو غلبہ پایا ہے انسان نے وہ بدن کی طاقت سے نہیں پایا بدن میں تو طاقت میں گھوڑا زیادہ ہے ہم سے بیل زیادہ ہے وہ عقل اور علم کی طاقت سے آپ نے غلبہ پا رکھا ہے۔

وہ بچپن میں ایک حکایت سنی تھی ہم نے اور سنائی تھی عورتوں نے اب واللہ اعلم قصہ واقعی ہے یا فرضی ہے تو واقعہ اگر فرضی بھی ہو تو مثال دینے کے لئے کافی ہے۔ عبرت پکڑنے کے لئے کافی ہے اور وہ قصہ یہ سنا تھا ہم نے اپنی ماں بہنوں سے جو ہمیں نصیحت کے لئے انہوں نے کہا تھا۔ بچپن میں سنایا تھا کہ ایک شیر کا انتقال ہونے لگا تو اس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ دیکھو بیٹا ہر چیز سے ملنا۔ ہر ایک کے پاس جانا مگر انسان کے پاس مت جانا یہ بڑی ظالم چیز ہے اگر کہیں اس کے پاس چلے گئے تو تم خطا اٹھاؤ گے۔ مصیبت میں مبتلا ہو گے۔ تو ہر ایک سے ملنا مگر اس ظالم انسان سے مت ملنا یہ بڑی تباہی کی چیز ہے۔

وہ شیر صاحب تو انتقال فرما گئے جو بادشاہ تھے سارے جنگل کے ان کی جگہ ولی عہد بنے ان کے صاحبزادے یعنی شیر کا بچہ۔ شیر کا بچہ بہرحال تجربہ نہ رکھتا تھا جوان ہوا مگر عقل تو آتے ہی آتے آتی ہے وہ کیسی بھی عقل ہو جانور ہونے کی ہو۔ یا انسان ہونے کی ہو عمر گذرنے کے بعد آتی ہے۔ بچہ ہر ایک کا ناتجربہ کار ہوتا ہے۔ جانور کا ہو یا انسان کا ہو تو بچپن تھا شیر کے بچے کا۔ تو باپ تو اٹھ گیا، شیر کا تو انتقال ہو گیا۔

اس شیر کے بچے نے کہا کہ میرے باپ نے کہا تھا کہ دیکھو انسان کے پاس مت جانا یہ بڑی ظالم چیز ہے تو دیکھنا تو چاہئے یہ انسان ہوتا کیا ہے۔ اور میرا باپ بہت ڈرتا تھا تو میرا باپ تو بادشاہ تھا سارے جنگل کا اور بڑی طاقت والا تھا وہ بھی ڈر رہا تھا تو معلوم ہوتا ہے انسان میں کوئی بڑی طاقت ہو گی۔ شیر تو دو گز کا تھا معلوم نہیں انسان دس گز یا بیس گز کا لانبا ہو گا۔ کیا چیز ہو گی انسان، دیکھنا تو چاہئے۔ باپ نے کہا تھا کہ انسان کے پاس بھی مت جانا یہ بڑی ظالم چیز ہے۔ تو تم ارادہ مت کرو کہیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ اس نے کہا نہیں بھائی کم سے ایک دفعہ دیکھنا تو چاہئے انسان کو یہ ہے کیا چیز؟ تو چلے، نصیحت باپ کی بھی نہیں مانی۔ اور جو اس کے ہمدرد تھے۔ انہوں نے نصیحت کی تھی شیر بھیڑیے نے گیدڑ نے سب نے مل کے نصیحت کی ہو گی نصیحت کسی کی نہیں سنی۔ اس نے کہا دیکھنا چاہئے انسان کو، تو چلے انسان کو دیکھنے کے لئے۔ اتفاق سے سب سے پہلے نظر پڑی گھوڑے کے اوپر کہ چھلانگیں مارتا ہوا جا رہا ہے۔ شیر کے بچے نے سمجھا کہ یہی انسان معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ میرے باپ سے ڈیڑھ گز

زیادہ لانبا ہے۔ شیر اتنا لمبا چوڑا نہیں ہوتا یہ تو بہت ڈیل ڈول کا ہے تو واقعی میرا باپ ڈرتا تھا۔ یہ اس سے دگنا تگنا ہے بس یہی انسان معلوم ہوتا ہے۔ تو قریب جا کے اس نے ڈرتے ڈرتے اس نے گھوڑے سے کہا کہ جناب ہی کا نام انسان ہے۔ ارے اس نے کہا کس ظالم چیز کا نام لیا میرے سامنے انسان کا ذکر مت کر یہ تو بڑی ظالم چیز ہے۔ جسے انسان کہتے ہیں۔ میں بہت ڈیل ڈول کا ہوں مگر انسان میری کمر پر زین کستا ہے خود اس پہ لد کے سوار ہوتا ہے اس کے ہاتھ میں کوڑا ہوتا ہے۔ پڑا پڑ میری پیٹھ پر کوڑے پڑ رہے ہیں میں بھاگتے بھاگتے تھک جاتا ہوں اور یہ انسان ہے کہ مارتے مارتے باز نہیں آتا۔ تو بھائی سب چیزوں کا ذکر کرنا مگر اس ظالم انسان کا نام مت لینا یہ بڑی مصیبت کی چیز ہے۔

شیر کے بچے نے کہا یا اللہ انسان کتنے ڈیل ڈول کا ہوگا۔ یہ ایسا لمبا چوڑا جانور یہ بھی ڈر رہا ہے انسان سے میرا باپ ڈرتا ڈرتا مر گیا کیا چیز ہوگی انسان۔ تو آگے چلے تو اتفاق سے اونٹ نظر پڑا۔ انہوں نے کہا یہ انسان ہے یقیناً۔ کوئی کل ہی سیدھی نہیں گردن ادھر کو جا رہی ہے کمر ادھر کو جا رہی ہے۔ ٹانگیں ادھر کو نکل رہی ہیں بس یہی گا انسان یہ تو گھوڑے سے بھی چار ہاتھ اونچا ہے۔ تو قریب جا کر انہوں نے اونٹ سے کہا کہ کیا آپ ہی کا نام انسان ہے۔ ارے اس نے کہا لاحول ولا قوۃ کس ظالم چیز کا نام لے دیا۔ انسان بڑی ظالم چیز ہے اس کا نام میرے سامنے مت لینا۔ اس واسطے کہ میں تو ایک میں ہوں میرے بھائی بند سو سو اونٹ اور ناک میں نکیل اور آگے جو رہا ہے اونٹ اس کی دُم میں وہ نکیل بندھی ہوئی اس سے آگے کی نکیل اس سے اگلے کی دُم میں۔ سو سو کی قطاریں ہوتی ہیں اور انسان کا ایک بچہ ہچکیں ہنکاتا ہے۔ ہم بلبلاتے ہیں چڑ چڑاتے ہیں مگر ایک بچہ ہنکا کے لے جاتا ہے تو سو اونٹوں کی بھی کچھ نہیں چلتی انسان کے آگے یہ بڑی ظالم چیز ہے۔ اس کا نام مت لینا میرے سامنے

شیر کے بچے نے کہا یا اللہ انسان کتنی بڑی چیز ہوگی۔ یہ اتنے بڑے ڈیل ڈول کا یہ بھی ڈر رہا ہے انسان سے اور گھوڑے نے تو اپنی ہی مصیبت بیان کی تھی اس نے تو اپنی برادری کی مصیبت بیان کی کہ سو اونٹ مل جائیں تب بھی ایک انسان کے بچہ سے عاجز، ناک میں نکیل تو پھر یہ ڈرتا ڈرتا آگے بڑھا تو اتفاق سے ہاتھی نظر پڑ گیا بس اس نے کہا یہ ہوگا انسان اس لئے کہ اچھے خاصے چار ستونوں پر بلڈنگ بنی ہوئی ہے چھت پڑی ہوئی ہے اس پر ایک بڑا ہودہ رکھا ہوا ہے بس یہ انسان ہوگا۔ تو ڈرتے ڈرتے جا کے ہاتھی سے کہا کہ جناب ہی کا نام انسان ہے آپ ہی کو آدمی کہتے ہیں؟

ارے! اس نے کہا استغفر اللہ۔ کس مصیبت کا نام لیا انسان۔ میرے سامنے نام مت لے انسان، یہ بڑی واہیات بڑی ظالم چیز ہے میرے ڈیل ڈول پہ مت جانا۔ قد و قامت میرا نظر آ رہا ہے نہیں چار پانچ گز کا ہوں عمارت سی بنی ہوئی کھڑی ہے بلڈنگ کی مگر ایک انسان کا بچہ مہاوت میرے سر پر سوار ہوتا ہے

لوہے کا انکس[ل] اس کے ہاتھ میں ہے ذرا میں جھجکا اور اس نے میرے سر پر انکس مارا میں چنگھاڑتا ہوں اور کچھ نہیں کر سکتا گھوڑے کے منہ میں تو لگام بھی ہوتا ہے مجھ پر تو بے ڈھانچے ہی سوار ہوتا ہے۔ انسان جسے کہتے ہیں نہ لگام نہ نکیل اور میں مجبور ہوں اس کے آگے۔ شیر نے کہا یا اللہ انسان کیا چیز ہوگی۔ جو ملتا ہے ڈرتا ہوا ملتا ہے جو ملا وہ لرز رہا ہے کانپ رہا ہے کہ انسان بڑی ظالم چیز ہے۔

آگے چلا تو اتفاق سے ایک بڑھئی کا بچہ آٹھ دس برس کا ایک بڑا بھاری شہتیر چیر رہا تھا۔ اور بہت بڑا آرہ اس میں ڈال رکھا تھا اس سے چیرا جا رہا تھا اور جتنا وہ چیر چکا تھا اس میں ایک کھونٹی ڈال دی تھی تاکہ اور نیچے کا حصہ چیرے۔ تو شیر کا یہ وہم بھی نہیں گذرا کہ یہ انسان ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ ذرا سا تو وہ بچہ آٹھ نو برس کا تو خطرہ بھی نہیں گذر سکتا تھا وہ ایک آدمی ہوگا۔ وہ دیکھ آیا تھا شیر کو اور اونٹ کو اور ہاتھی کو اور سب کو دیکھا کہ ڈر رہے ہیں انسان سے تو اس بچہ سے تھوڑا ہی ڈر سکتے ہیں۔ یہ تو آٹھ برس کا بچہ ہے تو یہ وہم بھی نہیں گذرا کہ یہ آدمی ہوگا۔ مگر تحقیق کے لئے اس سے پوچھا کہ بھئی انسان کہاں ملے گا؟

بڑھئی کے بچے نے کہا کہ جی انسان تو مجھے ہی کہتے ہیں۔ اچھا اس نے کہا تو انسان ہے یہ آدھ گز کا اتنا سا بچہ کہ جی ہاں انسان تو مجھے ہی کہتے ہیں تو شیر نے کہا لاحول ولاقوۃ۔ (باقی آئندہ)

ل اس کو انکس بھی کہتے ہیں یہ لوہے کا ہوتا ہے اس کی نوک سر پر مار کر ہاتھی چلاتے ہیں۔

بغداد بقیہ از ص ۲۱

و دجلہ و فرات رہما بشطر العراق والنیل وہو نہر مصر!

خان خیل: "تاریخ بغداد" کی جلد اول جس کا مؤلف خطیب بغدادی ہے کے صفحہ ۱۰۱ پر یہ عبارت درج ہے۔

وادخل رسل صاحب الروم من دھلیز باب العامۃ الاعظم الی الدار المعروفۃ بخان خیل وہی دار اکثرہا اروقۃ باسطین رخام . . . .

بادشاہ روم کے قاصدوں کو بڑے اور عام دروازے کے دہلیز سے داخل کر دیئے گئے۔ اسی دار (محل) کو جو خان خیل کے نام سے مشہور ہے اور اس میں سنگ رخام کے ستون کے بہت سے برآمدے ہیں۔

اسی مقالہ میں کسی جگہ سواد عراق کی مماثلت سواد (سوات) پاکستان سے کی تھی۔ یہی "خان خیل" کا لفظ میری توجہ کا مرکز بنا۔ وہ یہ کہ سوات کے ایک گاؤں تھانہ ملاکنڈ میں ایک قبیلہ ہے جسے خان خیل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

اوپر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خان خیل ایک محل کا نام تھا وہاں خان خیل کے وجود کو محسوس کیا جاتا تھا اس لئے اس نام سے محل موسوم کیا گیا جیسے آج کل گھروں، محلوں اور بنگلوں وغیرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً پاکستان ہاؤس، چین ہاؤس اور شوریٰ کا ہاؤس وغیرہ ہو سکتا ہے کہ پاکستانی خان خیل اسی زمانے کے باقیات صالحات سے ہوں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔